بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفحات

یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ پاکستان کے دروبست پر قابض طبقہ اپنی پوری طاقت اس پر صرف کر رہا ہے کہ یہاں کے اسلامی معاشرہ کو مغرب کے مادیت زدہ مسیحی طرز معاشرت میں بدل دیا جائے۔ وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہے کہ اسی صورت میں "بابر بعیش کوش" کے کاروبار کو کچھ دن مزید مہلت مل سکتی ہے ——— مگر اس کے لئے مسلمان رائے عامہ ہرگز تیار نہیں۔ وہ بہت سی عملی کوتاہیوں کے باوجود اسلامی تعلیم اور علمائے کرام کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اسلامی طرز معاشرت کو سینے سے لگائے ہوئے اور ہر قیمت پر اس کو نبھانے کا تہیہ کئے ہوئے ہے ——— لیکن اسے برسر اقتدار طبقے کی خوش قسمتی کہیے کہ کچھ دانشور "ثقافت" "ترقی ادب" "اقبال" کے نام سے مسلم رائے عامہ کو اسی قسم کا "بپتسمہ" دینے کی کوشش کر رہے ہیں جس سے عقائد کا تزلزل اور بدعقیدگی پیدا ہو۔ فحاشی بڑھے اور بے حیائی نشوونما پائے۔

شرح اس کنائے کی یہ ہے کہ لاہور میں چند دانشوروں نے تین ادارے بنا رکھے ہیں ——— "ادارہ ثقافت اسلامیہ" "مجلس ترقی ادب" "بزم اقبال" ——— تینوں کو مسلم عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے حکومت کی طرف سے گراں قدر مالی امداد ملتی ہے ——— اور کارنامہ ان کا ایسے لٹریچر کا مہیا کرنا ہے جس سے مسلمانوں کی پرانی مسلمہ اقدار فنا ہو جائیں۔ مغرب کی مادی اقدار ان کی جگہ لے لیں تاکہ وہ ماضی سے منقطع ہو کر صرف حال ہی میں الجھ کر رہ جائیں۔

یاد ہوگا۔ ادارہ ثقافت کے سربراہ خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے رسوائے عالم کتاب "اقبال اور ملا" لکھی۔ "بزم اقبال" نے اسے شائع کیا اور حکومتی اداروں میں اپنے خاص اہتمام سے پھیلایا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد ہوگا کہ پاکستان کے ادعائی زعماء ——— مسٹر غلام محمد صاحب لاہوری سابق گورنر جنرل پاکستان، جناب سکندر مرزا صدر مملکت پاکستان وغیرہ ——— نے مختلف موقعوں پر ——— لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی مجلس مذاکرہ کی افتتاحی تقریب ——— علمائے کرام

کے متعلق کیسے کیسے "ارشادات" فرماتے ہیں ــــ ان کو سامنے رکھیے۔ اور ان سے "اقبال اور ملا" کا تقابلی مطالعہ کیجیے:

دستورِ پاکستان میں قرار دادِ مقاصد کے ذریعے جب قرآن و سنت کے ماخذِ قانون ہونے کی بنیادی حیثیت تسلیم کر لی گئی تو اس کے خلاف بغاوت کی فضا پیدا کرنے کے لئے کیا کیا جتن نہیں کئے گئے۔ مجلسِ ترقیِ ادب نے اس سلسلے میں یہ خدمت سرانجام دی کہ شام کے محمصانی نام کے کسی شخص کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ "فلسفہ شریعت" کے نام سے صرف اس وجہ سے جلد از جلد شائع کیا کہ اس کے ایک باب میں "وقتی ضروریات کے لئے قرآن و حدیث کی صاف صاف تصریحات کو بدل دینے کا جواز" پیش کیا گیا ہے۔

اسی موضوع پر ادارہ ثقافت نے "مسئلہ اجتہاد" مستقل کتاب بھی شائع کی جس میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ "تبدیلیٔ احوال کی بنا پر اجتہادِ جدید" کی درانتی سے قرآن و حدیث کے ہر صریح حکم (نص) کو کاٹا جا سکتا ہے اب مسئلہ اجتہاد کے مصنف اور ادارہ ثقافت کے اہم رکن مولانا محمد حنیف صاحب ندوی نے دائرہ اجتہاد کی وسعتوں پر مشہور کمیونسٹ "اخبار امروز" کے ۲۰ سالہ نمبر مجریہ ۲۳ مارچ ۷۰ء میں ایک مضمون شائع کرایا ہے جس کی پیچ در پیچ عبارت میں بمصداق "لگا" بااستفہام فرمایا گیا ہے کہ "مسئلہ وراثت اور عورتوں سے متعلق قرآن و حدیث کے صریح احکام تک کو آج کے ارتقائی دور میں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے" پھر تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ ایسا کرنا ہو گا ورنہ زمانہ کا مفتی علمائے کرام کے فتویٰ کا انتظار نہیں کرے گا۔ نئی تبدیلیاں، نئی فقہ اور نئے قانون کی تدوین بہرحال کر گزریں گی (۳۲)

واضح رہے کہ مضمون نگار جمعیۃ اہلِ حدیث کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں لیکن ان کا یہ نظریہ اہلِ حدیث کے مسلک سے صریحاً متصادم ہے۔ مسلکِ اہلِ حدیث کی تو بنیاد ہی اس اصول پر ہے کہ نصوصِ کتاب و سنت کے مقابلے میں کسی بھی مجتہد و امام کا اجتہاد و قول قابلِ تسلیم نہیں۔ پھر بیچارے یہ متجددین کس شمار و قطار میں ہیں ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ مصالحِ وقتیہ پر نصوصِ صریحہ کو قربان کر کے اسلام میں ترمیم کر لیں۔

شاید دو سال ادھر کی بات ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے خلیفہ عبدالحکیم صاحب کی معنوی سرپرستی میں ایک عائلی کمیشن مقرر کیا تھا جس نے ایسی سفارشات کی تھیں جن کا مقصد قرآن و حدیث و فقہ اسلامی کی بنیادیں کھوکھلی کرنا اور مسلمانوں کی معاشرتی زندگی کو یورپین طرز پر ڈھالنا ہے۔ اسی کمیشن کے

تقریب سے نکال دی گئی۔ جس میں گو خلیفہ صاحب خود نہیں ہیں، لیکن ہم پیالہ و ہم نوالہ ان کے برادر بزرگ جناب مسٹر غلام احمد صاحب پرویز موجود ہیں۔ جو بالکل ان ہی لائنوں پر یہاں کام کر رہے ہیں جن پر خلیفہ صاحب اب تک کر رہے تھے

اقتدار و سرمایہ میں بدمست ایک طبقہ نہ صرف خود ہی رقص و سرود کی محفلوں اور دوشیزہ رقاصاؤں سے اختلاط و استمتاع سے لطف اندوزی میں مستغرق ہے بلکہ ملک میں اسے پھیلانے کی پوری پوری کوشش بھی کر رہا ہے۔ مگر چونکہ قرارداد مقاصد کے تحت کسی وقت بھی رائے عامہ چیلنج کر سکتی تھی۔ اس لئے یہ سعادت بھی ادارہ ثقافت ہی کے حصے میں آئی کہ اس نے پھلواری شریف کے ایک دانشور بزرگ زادے سے "اسلام اور موسیقی" پر ایک "مدلل" دستاویزی کتاب ان فساق و فجار کے ہاتھ میں دے دی جس میں "جمالیات" کے غیر متعلق لیکن جاذب عنوان کے تحت ادھر ادھر کے غیر متعلقہ حوالہ جات فراہم کرتے ہوئے خوب تدلیس سے کام لیا گیا ہے۔ پھر "غیر جانبداری" کا رعب ڈالتے ہوئے اس کتاب میں تو یہ کہا کہ "قرآن اس سلسلے میں خاموش ہے" مگر پھر آپ کو جلد ہی سجدہ سہو کا الہام ہو گیا۔ چنانچہ رسالہ ثقافت (اپریل) کے پرچے کے ایک مضمون میں قرآن حکیم سے بھی سرود و بربط کا جواز ثابت کر کے تحقیق مکمل کر دی گئی! فویل

للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا!

فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون (البقرہ)

اس سے شاید یہ تاثر دینا پیش نظر ہے کہ جب یہ "دلائل" ان محافل رقص و غنا اور مجالس فسق و فجور کے جواز پر موجود ہیں تو رائے عامہ برسر اقتدار ٹولی سے احتساب کرنے والی کون ہوتی ہے۔

اس "جمال" کو "کمال" تک پہنچانے کے لئے ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کا مسئلہ "عشرت کدہ یورپ" سے درآمد کیا گیا اور اس پر نقاب ڈال دیا گیا "معاشی ہمواری"، "رفع بے روزگاری" کا پھر پروپیگنڈے کے دوش پر اس کی ضرورت کا ڈھنڈورا پیٹا گیا، بیان دیئے گئے۔ دھواں دھار تقریریں جھاڑی گئیں کانفرنسیں کی گئیں۔ مگر اس پر اسلام کے لیبل کی ابھی ضرورت باقی تھی۔ چنانچہ یہ لیبل بھی ادارہ ثقافت نے "اسلام اور ضبط ولادت" پر سلسلہ مضامین لکھ کر مہیا کر دیا کہ ع

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

حدیث کا انکار کرنے کے باوجود ان مضامین میں جس طرح حدیثوں کا غلط صحیح استعمال کیا گیا ہے بلکہ عام طور پر بھی منگھڑت روایتیں یہ لوگ لاتے ہیں۔ اس پر ہم کسی دوسرے وقت انشاء اللہ روشنی ڈالیں گے۔